مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی
استاذ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

بیاد مفتی اعظمؒ قران السعدین

صدر المدرسین مولانا عبدالحلیمؒ زروبی اور مفتی اعظم مولانا محمد فریدؒ زروبی

آپ کے مولد و مدفن زروبی کی علمی وروحانی عظمت

صوبہ سرحد کے ضلع صوابی میں قصبہ زروبی اپنی درخشاں علمی روایات کی وجہ سے ایک ممتاز حیثیت کا حامل ہے۔ اور اپنی روحانی شان وشکوہ کے باعث آسمان اور یہ چرخ گردوں بھی اس کی عظمت کو سلام عقیدت پیش کرتا ہے۔ ہر دور میں اس قصبہ میں علم وفضل زہد وتقویٰ رشد وہدیٰ اور استقلال وعزیمت کے رجال پیدا ہوئے ہیں۔ اسوجہ سے علمی وروحانی دنیا اسی بستی کے اس عظیم کردار پر نازاں وفرحان ہے' سالہا سال سے یہ خطہ زمین ارباب علم اصحاب زہد حاملین شریعۃ اور طریقہ اور اہل عزم وہمت کا گہوارہ رہا ہے۔ اور اسی مردم خیز خاک نے ایسے نابغہ روزگار رجال کار اور عبقری شخصیات پیدا کیں جن کی عظمت پر ہمارے اسلاف کی مقدس ارواح عالم بالا میں خوشی ومسرت سے سرشار ہیں' یہ بستی ان اکابر کا مولد ومدفن ہے جنہوں نے سالہا سال سے مسند علم وآگہی کو آباد رکھا اور جن کے روحانی جاہ وجلال سے میکدہ' سلوک و احسان پرخمار رہا۔ ان ساقیان عہد الست سے معرفت کے میخانوں میں دھوم رہی اور ان قدسی صفات نفوس نے مادی اسباب اور دینوی شان وشوکت کو خیرباد کہہ کر مکمل یکسوئی ودلجمعی کے ساتھ شریعت وطریقت دین وعلم دین کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا۔ جب ہم اپنے ان بزرگوں کے محیر العقول واقعات سنتے ہیں تو ان کے پس منظر میں خیر القرون اور قرون وسطیٰ کے اسلاف کا دلآویز عکس صاف جھلکتا نظر آتا ہے۔ واہ وہ کس قدر سیرت وکردار کے حوالے سے حسین ہستیاں تھیں جن کو اللہ کریم نے اپنے قرب اور مقام معرفت کی آگاہی سے نوازا تھا۔ وہ حضرات صاحبان کشف اور اسرار ورموز شریعت کے امین تھے۔ ایسی شخصیات سے یہ قصبہ چشمک زن آفتاب وماہتاب اور علمی وجاہت کے اعتبار سے تارش' سمرقند وبخارا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی مردم خیزی کے چرچے اکناف عالم اور افق تا بہ افق پھیلے ہوئے ہیں۔

زروبی ڈھیری کو منتقل ہونے سے قبل یہ قریہ منارہ کے نام سے مشہور تھا۔ اس نام سے بھی اس کی عظمت عیاں ہے۔ گویا یہ قصبہ نور علم وفضل کا بلند وبالا مینار تھا۔ جب ''دریاغم'' کے سال ۱۲۵۵ھ آج سے ۱۷۳ سال قبل دریائے سندھ

میں خونی سیلاب آیا جس کی وجہ سے دریا کے کنارے آباد قصبے اور دیہات دریا برد ہوئے اور ان بستیوں کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹ گیا اس وقت منارہ گاؤں کے رہنے والوں نے دریائے سندھ سے تقریباً سوا میل کے فاصلے پر جانب شمال میں نئی بستی کی بنیاد رکھی تو اس وقت بھی منارہ بستی قال اللہ اور قال الرسول کی صدائے دلنواز سے گونج رہی تھی اور وہاں پر ہر سو حلقہ ہائے درس موجود تھے' جبکہ تصوف و سلوک کی بارونق اور روحانی انوارات سے مملو خانقاہیں بھی آباد تھیں۔ یہ تمام علمی و روحانی حلقات حضرت مفتی اعظم عارف باللہ فقیہ النفس علامہ مفتی محمد فرید صاحب نور اللہ مرقدہ اور میرے والد محترم امام المتکلمین شیخ التفسیر امیر المحدثین صدر المدرسین علامہ عبدالحلیم قدس سرہ العزیز کے آباؤ اجداد اور اکابر کے گرد جمع ہوتے اور یہاں تشنگان علم متلاشیان حق اور دلدادگان سلوک دور دراز علاقوں سے رخت سفر باندھ کر تشریف آوری کرتے اور علوم و معارف کے جواہر و گوہر ہائے آبدار سے جھولیاں بھر بھر کر اپنے بلاد و اوطان کی طرف خراماں خراماں واپس جاتے اور یہاں کے چشمہ صافی سے سیراب ہو کر اپنے علاقوں میں علم و عرفان کی محفلیں سجاتے' یہی وجہ ہے کہ دنیا کے کونے کونے پر علمی حوالے سے اس قصبے کے انمٹ نقوش ثبت ہیں۔ مستقبل کا مورخ جب بھی اعلام وقت و اساطین امت ارباب فضل و کمال نابغہ روزگار افراد اور عبقری شخصیات و جہاندیدہ دوران کا تذکرہ لکھے گا یا ان بلدان و قصبات کے متعلق تاریخ مرتب کرے گا تو اس گل بداماں بستی سے صرف نظر نہیں کر سکے گا۔ اگر کوئی متعصب یا سیر و تاریخ کے اصولوں سے نابلد مورخ اس کا تذکرہ کئے بغیر آگے بڑھے گا تو یہ گویا روز روشن میں آفتاب عالمتاب کی ضیاء باری اور نور افشانی سے انکار کے مترادف ہوگا۔

قصبہ زروبی جو کہ احقر راقم کی جنم بھومی ہے اس کی اسی نابغیت سے متاثر ہو کر صنعتِ تلمیح میں بندہ نے اس بے مثال بستی کو یوں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

ز =	زرنگار و مرمریں یہ خطہ جنت نظیر	ہر کوئی ہے آج اسکے حسن فطرت کا اسیر
ر =	روح پرور اس کی شامیں اور صبحیں دلنشیں	اس کی عظمت پر ہے نازاں رفعت ماہ منیر
و =	وارثان مصطفیؐ کا ہے یہ مسکن آفریں	تشنگان علم کو ہے مژدہ ابر مطیر
ب =	باعثِ صد افتخار عالم علم و عمل	شان سے واقف ہے اسکی جو بھی ہے روشن ضمیر
ی =	یاالٰہی فتنہ سامانی سے اس کو دور رکھ	بوئے خاک اس کی ہے فانی نازش مشک و عبیر

قصبہ زروبی دو حصوں میں منقسم ہے۔ مغربی جانب کی جو آبادی ہے اخوسعید کی اولاد پر مشتمل ہے' جبکہ مشرقی حصہ کے رہنے والے ابوسعید کی نسل ہے۔ اب تو آبادی میں کافی اضافہ ہوا ہے اس لئے یہ تفریق ختم ہو چکی ہے جس طرف بھی کسی کو گھر بنانے کے لئے زمین مل جائے اسی جانب آباد ہو جاتا ہے۔ حضرت مفتی اعظم ؒ کا تعلق مشرقی جانب سے تھا۔ وہاں آپ کے آباؤ اجداد نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا تھا اور تلامذہ کا ایک وسیع حلقہ ان کے گرد جمع

ہوتا۔ جبکہ حضرت صدر المدرسین کا تعلق مغربی حصہ سے تھا' اس لئے ان کے آباؤ اجداد نے علم و معرفت کا خوان یغما یہاں پر پھیلایا تھا۔ اور میخانہ شعور و آگہی یہاں پر لگایا تھا اور تشنگان علم و متلاشیان حق ان دونوں سرچشمہ ہائے فیض سے اپنی علمی پیاس بجھاتے۔ ان دونوں حلقہ ہائے درس سے بڑی بڑی عبقری شخصیات نابغہ روزگا' رجال کار اور عظیم ہستیاں نکلیں جن کی رفعتوں پر آج علمی دنیا کو ناز ہے اور فضاؤں وصحراؤں کی وسعتیں بھی ان جہابذہ وقت کی روحانی وسعتوں پر سرشک افشاں ہیں۔

قران السعدین: حضرت مفتی اعظمؒ اور امام المتکلمین علامہ عبدالحلیم صاحب قدس سرہ عرف صدر صاحبؒ چونکہ اسی روحانی اور علمی بستی کے باسی تھے اور ان ہر دو حضرات نے نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک نہ صرف دین و شریعت کی خدمت کی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ عوام اور علاقے کے لوگوں کی تربیت و اصلاح پر بھی بھرپور توجہ دی۔ اور اس کٹھن اور دشوار گزار راستے میں ان کو کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ آج سے ۲۵۔۳۰ سال قبل لوگ شادیوں میں طوائف بلاتے اور ان کے ناچ گانے کیلئے حجروں میں مجروں کی محفلیں سجاتے اور فحاشی کے یہ مناظر بڑی دھوم دھام سے اوباش اور بدمعاش قسم کے لوگ دیکھتے۔ اور دور دراز علاقوں سے ان شیطانی مجالس میں شرکت کیلئے آتے۔ بالآخر حضرت صدر صاحبؒ اور حضرت مفتی اعظمؒ کی مساعی اور کوششوں سے اسی لعنت کا خاتمہ کیا گیا۔

اللہ کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آسمان علم کے ان آفتاب و ماہتاب کے درمیان مسلک و اعتقاد اور سیاسی حوالے سے مکمل ہم آہنگی تھی اور انہوں نے تمام دینی وملی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ خواہ وتحریک ختم نبوت ہو' تحریک نظام مصطفیٰ ہو' فرق باطلہ کا تعاقب ہو' ملک میں اسلامی نظام کیلئے عملی جدوجہد ہو' ان تمام تحریکات میں انہوں نے ہراول دستے کا کردار ادا کیا۔ ۱۹۷۰ء میں جنرل یحییٰ خان نے ملک میں عام انتخابات کا اعلان کیا جس کے نتیجے میں ملک بھر کی تمام مذہبی اور سیاسی جماعتوں نے اس میں حصہ لیا۔ علماء دیوبند کے سیاسی و مذہبی پلیٹ فارم سے جمعیۃ علماء اسلام پاکستان نے بھی ملک بھر کے اکثر حلقہ جات سے اپنے امیدوار میدان میں اتارے' ہر ایک جماعت اپنے امیدوار کی کامیابی کے لئے سرتوڑ کوشش میں مصروف تھی' یہاں ہمارے صوبہ سرحد بالخصوص صوابی مردان چارسدہ میں سرخپوشوں کی اکثریت تھی اور وہ علماء کا سیاسی میدان میں آنے کو بہت برا سمجھتے تھے اور اپنے جلسوں اور جلوسوں میں علماء کے خلاف انتہائی گھٹیا زبان استعمال کرتے تھے' ان حالات میں حضرت صدر صاحبؒ اور حضرت مفتی صاحبؒ نے گھر گھر جا کر جمعیت کا پیغام لوگوں تک پہنچایا اور انہوں نے باقاعدہ شیڈول مرتب کیا تھا' جمعرات اور جمعہ کیلئے ان دونوں میں آپ کئی کئی جلسوں میں خطابات اور تقاریر کرتے۔ آج انہی بزرگ ہستیوں کی محنت کا ثمر ہے کہ گاؤں کی فضا دینی ماحول سے مزین ہے' اسی طرح ان دونوں جبال علم کا آپس میں بہت خوشگوار تعلق خاطر تھا۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے اپنی ایک صاحبزادی کا نکاح آپ سے پڑھوایا تھا' کئی بار آپ دونوں اپنے بزرگوں اور اساتذہ عارف باللہ امام الاولیاء

رئیس الاتقیاء شاہ ولی اللہ سرحد شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غور غشتویؒ اور جامع المعقول والمعقول نابغہ روزگار حضرت مولانا قطب الدین صاحب قدس سرہ کی ملاقات و زیارتوں کے لئے غور غشتی (ضلع اٹک) اکھٹے براستہ دریائے سندھ بذریعہ شناس پانی میں تیر کر گئے ہیں۔ حضرت مفتی صاحبؒ بہت ماہر تیراک تھے اسوقت جب تربیلا ڈیم مکمل نہیں ہوا تھا دریائے سندھ (اباسین) میں تاحد نگاہ پانی ہوتا۔ اور پھر گرمیوں میں تو یہ دریا گویا ایک سمندر اور بحر ناپیدا کنار کا منظر پیش کرتا' حضرت مفتی صاحب ان گہرے پانیوں میں تیراکی کیا کرتے تھے' (شناس مشکیزے کی طرح چمڑے سے بنایا جاتا تھا' اور تیراک اس میں ہوا بھر کر دریا عبور کرتے' اب اسکی جگہ بڑے بڑے ٹیوبوں نے لے لی ہے) یہ آپ حضرات کا اپنے اکابر و اساتذہ کیساتھ محبت کی بین دلیل ہے۔

ایک دفعہ اکابرین رائیونڈ مرکز کے اصرار پر یہ دونوں عظیم ہستیاں طلبہ کا امتحان لینے کی غرض سے وہاں تشریف لے گئے' واپسی پر حضرت مفتی صاحبؒ نے دوران ملاقات فرمایا کہ وہاں پر ان حضرات نے تقاریر اور بیانات کا تقاضا کیا کہ آپ حضرات یہاں پر طلبہ اور علماء سے خطاب فرمائیں تو مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں نے ان سے کہا کہ میں اردو میں تقریر اور بیان نہیں کر سکتا اور نہ مجھے اس کا تجربہ ہے' البتہ حضرت صدر صاحبؒ نے دیوبند اور دہلی وغیرہ میں وقت گزارا ہے اور اردو زبان میں تدریس بھی کی ہے' اس لئے وہ آپ کے سامنے خطاب فرمائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا' حضرت صدر صاحبؒ نے اردو میں علم و اہل علم کی فضیلت پر بہت ہی عالمانہ انداز میں بیان فرمایا۔ حضرت مفتی صاحب اکثر اپنی مجالس میں اس سفر کا تذکرہ فرماتے۔

- حضرت مفتی اعظمؒ نے اپنے عظیم والد حضرت العلامہ مولانا حبیب اللہ صاحبؒ المعروف بہ صاحب حق صاحب زروبی کے سوانح حیات میں ان کے مشہور تلامذہ کا تذکرہ فرمایا ہے۔ ان میں حضرت صدر صاحبؒ کا اسم گرامی بھی موجود ہے' اس حوالے سے کہ حضرت مفتی صاحبؒ حضرت صدر صاحبؒ کے استاد زادے تھے' اسی تناظر میں بھی وہ آپ کا بہت احترام کیا کرتے تھے۔ حضرت صدر صاحب کی اپنے استاد محترم حضرت صاحب حق صاحبؒ نے از حد عقیدت تھی جب آپ کا سانحہ ارتحال پیش آیا تو امام المتکلمین حضرت صدر صاحبؒ پر اس واقعہ فاجعہ کا بہت اثر تھا اور وہ آپ کی وفات پر انتہائی افسردہ تھے' آپ نے تین دن مسلسل آپ کی فاتحہ خوانی اور تعزیت میں شرکت کی تھی اور اسباق کا ناغہ کیا تھا۔

آپ دونوں کے درمیان تعلق خاطر کا یہ عالم تھا کہ علاقہ یا گاؤں میں جب کوئی اجتماعی مسئلہ پیش آتا تو بھی یہ دونوں حضرات اس پر ایک مشترکہ لائحہ عمل اختیار کرتے اور ان کی یہ کوشش ہوتی کہ علاقہ اور گاؤں میں انتشار پیدا نہ ہو۔ عیدین اور ہلال رمضان کے موقع پر بھی اسی طرح باہمی مشاورت کا مظاہرہ کرتے' کیونکہ یہ دونوں مواقع علاقے میں تشتت و افتراق کا سبب بنتے رہتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک ناخوشگوار واقعہ پیش آیا ۱۹۷۹ء میں حضرت امام

المتکلمین صدر صاحبؒ بلوچستان کے تلامذہ کے اصرار پر شعبان‘ رمضان کی تعطیلات میں کوئٹہ تشریف لے گئے‘ حضرت صدر صاحبؒ کا ارادہ تھا کہ عید الفطر کے لئے واپس گاؤں تشریف لائیں لیکن تلامذہ بضد تھے کہ عید الفطر آپ ہمارے ساتھ کوئٹہ میں ہی گزار دیں۔ چنانچہ آپ عید کے موقع پر کوئٹہ میں رہے‘ اسی دوران بدقسمتی سے یہ ناخوشگوار واقعہ پیش آیا۔ ۲۹ رمضان کو رات عید الفطر کی رؤیت ہلال کی شہادتیں قریبی علاقوں سے موصول ہوئیں۔ ان شہادتوں کو حضرت مفتی صاحب نے ناکافی سمجھتے ہوئے ان پر عدم اطمینان کا اظہار کیا جبکہ بعض دیگر علماء کے ہاں وہ شہادتیں قابل قبول تھیں۔ چنانچہ انہوں نے انہیں شہادتوں کو بنیاد بنا کر ان کی روشنی میں عید الفطر کا اعلان کیا۔ اور مفتی صاحبؒ کی طرف سے روزہ رکھنے کی تلقین کی گئی۔ اسی طرح گاؤں دو عیدوں میں بٹ گیا۔ جب حضرت صدر صاحبؒ تشریف لائے اور ان کو اس ناخوشگوار واقعے کا علم ہوا تو انتہائی کبیدہ خاطر ہوئے اور اس پر بہت ہی برہمی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ ان کو چاہیے تھا کہ متفقہ لائحہ عمل اختیار کرتے تو نوبت اس قدر اختلاف اور تشتت وافتراق تک نہ پہنچتی۔ یہ تو بہت برا معاملہ ہوا ہے‘ اور یہ واقعہ ہماری جگ ہنسائی کا سبب بنے گا پھر جب دوسرے سال رمضان المبارک کا مہینہ آیا‘ رمضان کی ۲۹ تاریخ تھی اور یہ انتہائی گرمیوں کے یعنی جون جولائی کے مہینوں کے روزے تھے‘ ہم اکثر ساتھی تمام روزے دریائے سندھ میں گزارتے اور پھر افطاری کے لئے واپس گھر آتے۔ رمضان کی ۲۹ ویں تاریخ تھی‘ اس دن ہمارے ساتھیوں نے مشورہ کیا کہ آج افطاری کا پروگرام دریا کے کنارے بنائیں گے۔ چنانچہ ہم ۷/۸ ساتھی اکٹھے ہوگئے اور اسی طرح دوسرے نوجوانوں نے بھی اپنی طرف سے پروگرام طے کیے‘ چنانچہ دریا کے کنارے اچھا خاصا ''میلہ'' بج گیا۔ لڑکے افطاری کے لئے مختلف کھانوں کے پکانے میں اور تیاریوں میں مصروف تھے۔ مغرب کی اذان کا وقت ہوا ‘بہت ہی خوشگوار ماحول تھا‘ دریائے سندھ کے ٹھنڈے پانیوں اور فطری حسن کا ہم نظارہ کرتے تھے‘ مطلع بھی بالکل صاف تھا۔ آسمان پر دور دور تک بادل کا نام ونشان تک نہ تھا۔ راقم نے ساتھیوں سے کہا کہ مطلع بالکل صاف ہے عید کا چاند دیکھنے کی کوشش کریں۔ ہمارے دوستوں میں ایک ساتھی تھا اس کو چاند کا مطلع معلوم تھا‘ وہ اکثر رمضان اور عید کا چاند دیکھا کرتا تھا۔ چنانچہ جب اس نے چاند کے مطلع کی طرف نگاہ اٹھائی تو اس کو چاند نظر آیا‘ اس نے تمام ساتھیوں کو وہ دکھایا۔ ساتھیوں نے کہا کہ اگر مولانا صاحب (راقم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) نماز سے جلد فارغ ہوگئے تو ان کو بھی چاند دکھائیں گے کیونکہ اگر ہم نے کہا کہ ہم نے دریا کے کنارے سے چاند کا نظارہ کیا ہے اور ہم نے عید کے چاند کی رویت کی ہے۔ تو حضرت صدر صاحب فرمائیں گے کہ چند چرسی اور اوباش دریا پر گئے تھے اور اب دروغ گوئی سے کام لے کر کہتے ہیں کہ ہم نے چاند دیکھا ہے۔ چونکہ حضرت صدر صاحب اس بارے میں انتہائی احتیاط سے کام لیتے تھے حتیٰ کہ بعض اوقات علاقہ میں عید منائی جاتی تھی اور آپ اپنے گاؤں میں عید کا اعلان نہیں فرماتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ جلدی فارغ ہو جائیں تا کہ آپ کو بھی چاند دکھائیں کیونکہ پہلی رات کے چاند کا دورانیہ کم ہوتا ہے‘ جلدی کریں

کہ غروب ہونے سے پہلے پہلے آپ چاند دیکھ سکیں۔ چنانچہ راقم نے بھی آخری لحات میں چاند کو دیکھا۔ جب گاؤں کو یہ خبر پہنچی تو لوگوں کی کثیر تعداد ہمارے استقبال کے لئے آ گئی۔ پھر ہم اپنے محلے کی مسجد گئے' وہاں پر میرے چچا حضرت مولانا محمد صدیق صاحبؒ فاضل دیوبند' ہمارے انتظار میں تھے۔ انہوں نے عشاء کی نماز پڑھائی تھی اور مسجد کھچا کھچ بھری ہوئی تھی' ہم نے ان کو کہا کہ اگر گاؤں میں کسی نے چاند دیکھا ہو تو ہم سات ساتھیوں نے بھی چاند دیکھا ہے۔ ہم ان کے ساتھ گواہی دیں گے' انہوں نے کہا کہ آپ حضرت صدر صاحبؒ کے پاس جائیں چونکہ آپ دوسری قریبی مسجد میں اعتکاف میں بیٹھے تھے' ہم وہاں گئے' انہوں نے گواہی لی' اتنے میں ایک اور شخص آیا' اس نے کہا کہ قریبی فلاں گاؤں میں بھی آٹھ آدمیوں نے چاند دیکھا ہے۔ صدر صاحب نے فرمایا کہ ہمیں ان کی ضرورت نہیں یہ ہمارے اپنے گاؤں کے لڑکے اور جوان ہیں ان کو ہم جانتے ہیں اور ان سے ہم گواہی لی ہے۔ پھر صدر صاحب نے فرمایا کہ آپ اب حضرت مفتی صاحب کے پاس جائیں اگر وہ اس پر راضی ہیں تو پھر آپ انہیں کہیں کہ حضرت آپ خود عید کا اعلان فرمادیں۔ ہم از خود پہلے اعلان نہیں کراتے۔ اور اگر وہ اس سے مطمئن نہیں تو پھر ہم بھی اعلان نہیں کرائیں گے تاکہ گزشتہ سال کی طرح ناخوشگوار معاملہ پیش نہ آئے۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ جب حضرت صدر صاحبؒ نے گواہی لی ہے تو وہ کافی ہے پھر جب ان کی طرف سے اس شہادت کی تصویب ہوئی تو ہم نے انہیں کہا کہ حضرت آپ اعلان فرمائیں۔ چنانچہ ان کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ یہاں ہمارے ہاں صحیح شہادت آئی ہے اور اسی شہادت کی بناء پر کل کا دن عید الفطر کا ہے۔ یہاں پر قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس سال تمام پاکستان میں ایک ہی دن عید الفطر منائی گئی تھی۔ اور رویت ہلال کمیٹی آف پاکستان نے بھی عید کا اعلان کیا تھا۔ میری یادداشت میں یہ پہلی متفقہ عید تھی۔ الغرض حضرت صدر صاحبؒ اور حضرت مفتی صاحبؒ کی کوشش یہ تھی کہ کسی طرح کا تشتت اور افتراق و انتشار پیدا نہ ہو۔

جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں حضرت مولانا مفتی محمد یوسف صاحب مرحوم جو کہ علاقہ بونیر کے رہنے والے تھے' وہ یہاں افتاء کے ساتھ اعلیٰ کتابوں اور دورۂ حدیث کی بعض کتابوں کی تدریس پر مامور تھے۔ بدقسمتی یہ تھی کہ وہ مودودی صاحب سے بہت متاثر تھے اور ان کے دفاع میں ایک کتاب بھی لکھی تھی جس کا نام ہے مولانا مودودی پر اعتراضات کا علمی جائزہ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس کتاب میں مفتی صاحب نے تمام اعتراضات کا دفاع کیا ہے جو کہ مودودی صاحب پر وارد کئے گئے ہیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ العزیز وہ تو شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے نہ صرف تلمیذ رشید بلکہ ان کے عشاق میں سے تھے اور حضرت مدنیؒ کا نظریہ تو مودودی صاحب کے متعلق اظہر من الشمس تھا تو دارالعلوم حقانیہ میں ایسے شخص کی موجودگی حضرت مدنیؒ کے دیگر تلامذہ پر ناگوار گزری چنانچہ انہوں نے حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ سے اس کے متعلق بات کی' کہ دارالعلوم حقانیہ جیسے عظیم ادارہ میں ایسے استاذ کی موجودگی

جامعہ کے لئے نقصان دہ ہے اس دوران حضرت صدر صاحب قدس سرہ نے حضرت شیخ الحدیثؒ کو تجویز دی کہ یہاں جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک میں صاحبِ حق صاحب زروبیؒ کے فرزند رشید جو کہ نہ صرف ان کے جانشین بلکہ ان کے علوم و معارف کے امین بھی ہیں اگر ان کو دارالعلوم حقانیہ آنے کی دعوت دی جائے تو یہ مدرسہ کے لئے بہتر ہوگا چنانچہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے فرمایا ہاں میں حضرت صاحب حق صاحب زروبی سے واقف ہوں وہ بہت ہی متبحر عالم دین تھے' یہ تو بہت اچھی بات ہوگی اگر وہ یہاں تشریف آوری فرماتے ہیں پھر حضرت صدر صاحبؒ کو آپ نے فرمایا کہ آپ حضرت مفتی صاحب کا استمزاج کریں ان کے سامنے اپنی تجویز بھی پیش فرمادیں اور ہماری طرف سے دعوت بھی' چنانچہ حضرت صدر صاحبؒ حضرت مفتی صاحب کے پاس جامعہ اسلامیہ تشریف لے گئے' وہاں سے دونوں حضرات دریائے کابل جو کہ جامعہ اسلامیہ کے عقب میں جانب شمال بہتا ہے' کی طرف چہل قدمی کے انداز میں چلے گئے' کچھ دیر دریا کے کنارے بیٹھے رہے۔ حضرت صدر صاحب نے ان کو اپنی تجویز اور حضرت شیخ الحدیث کی طرف سے دعوت کے متعلق بتایا واپسی پر حضرت صدر صاحبؒ نے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کو اپنی ملاقات اور اپنے پیغامات سے آگاہ کیا' اس کے بعد حضرت شیخ الحدیثؒ نے ناظم دارالعلوم حقانیہ حضرت مولانا سلطان محمود صاحب قدس سرہ کے ذریعہ آپ کے ساتھ رابطے جاری رکھے' چنانچہ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں استخارہ کے بعد آپ کو اپنے فیصلہ سے آگاہ کروں گا۔ چنانچہ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور اس عظیم اسلامی یونیورسٹی میں بلانے اور آنے کا سبب اور باعث حضرت صدر المدرسین تھے ان کو آپ کی علمیت اور قابلیت کا اندازہ تھا کہ یہ جوہر قابل اس قابل ہے کہ یہاں دارالعلوم حقانیہ سے اپنا علمی فیض جاری وساری رکھیں۔ چنانچہ یہاں دارالعلوم حقانیہ میں آپ نے ۳۰ ؍سال سے زیادہ کا عرصہ گزارا اور ہزاروں تلامذہ کے ساتھ ساتھ لاکھوں کی تعداد میں فتاویٰ آپ کے دست مبارک سے اکناف عالم میں پھیل گئے۔ اور آج آپ کے فیض کا بحر مواج ایک عالم کو سیراب کردیا ہے۔

کبھی کبھی آپس میں ہلکا پھلکا مزاح بھی کیا کرتے۔ ایک دفعہ دونوں حضرات اکوڑہ خٹک آرہے تھے' گاؤں سے مین روڈ تک راستہ جو کہ پانچ کلومیٹر ہے' سواری کے ذریعہ آمدورفت کے قابل نہ تھا' اس لئے وہ پیدل جارہے تھے' آپس میں گفتگو میں بھی مشغول تھے' مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ آج کل لوگوں کا مزاج کچھ اس طرح بن گیا ہے کہ اگر کسی معاملہ کو سلجھانے کی خاطر ان کے ساتھ نرمی سے بات کی جائے تو وہ اور بھی اکڑ جاتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ہماری طاقت کے خوف سے انہوں نے نرمی اختیار کی ہے تو صدر صاحبؒ نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ فرمایا کہ پشتو میں کہا جاتا ہے۔ بے پیرہ لہ بے مذہبہ پکار دے (بے پیر آدمی کے مقابلہ کیلئے بغیر مذہب والا آدمی چاہیے) پھر فرمایا

وبعض الحلم عند الجهل للذلة اذعان　　وفی الشر نجاة حین لاینجیک احسان

اور بعض اوقات جہالت کے مقابلہ میں بردباری اختیار کرنا ذلت کی اطاعت کرنا ہے' جب تجھے احسان نجات نہ دے تو پھر لڑائی میں نجات ہے۔

اسی طرح ایک دفعہ جمعہ کے روز حضرت مفتی صاحبؒ حضرت صدر صاحبؒ کے پاس گھر تشریف لائے اوران کو فرمایا کہ اگر ضعف و بیماری کی وجہ سے آپ کو بخاری شریف جلد دوم پڑھانے میں تکلیف محسوس ہورہی ہو۔ تو اس کا کچھ حصہ میں پڑھاؤں گا۔ یہ 77-1976 کا واقعہ ہے' انہی ایام میں شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جان مدنی شہیدؒ کی تقرری' دارالعلوم حقانیہ میں ہوئی تھی تو حضرت صدر صاحبؒ نے فرمایا کہ جلد ثانی کے اول پانچ پارے میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی خواہش پر شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جان شہیدؒ کے سپرد کرتا ہوں۔ پھر حضرت مفتی اعظمؒ نے بھی جلد اول کے پانچ پارے حضرت الشیخ کی سفارش پر ان کے حوالے کئے۔ چنانچہ بخاری شریف کے تیس پارے وقت کے ان تین مسلم الثبوت شیوخ میں تقسیم کئے گئے۔ پہلا حصہ حضرت مفتی اعظمؒ ' دوسرا حضرت شیخ الحدیث مولانا حسن جان شہید اور تیسرا حضرت امام المتکلمین کی زیر تدریس رہے۔ یہ ہماری خوش بختی تھی کہ قرآن السعداء کے حسین منظر کا نظارہ ہم ہر روز کیا کرتے تھے۔ آہ! وہ منظر......

کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

دارالعلوم حقانیہ کی جامع مسجد میں حضرت مفتی صاحب قدس سرہ امامت کے فرائض انجام دیتے تھے' حضرت صدر صاحبؒ اقامت سے چار پانچ منٹ پہلے حاضر ہو کر صف میں تشریف فرما ہوجاتے' اگر کہیں اقامت کا وقت پورا ہرجاتا اور حضرت صدر صاحب موجود نہ ہوتے۔ تو حضرت مفتی صاحبؒ اقامت کرنے والے کو فرماتے کہ ایک دو منٹ صبر کریں' ابھی حضرت صدر صاحبؒ تشریف نہیں لائے ہیں جب انہیں معلوم ہوجاتا کہ حضرت صدر صاحبؒ بیماری یا عذر کی وجہ سے مسجد تشریف نہیں لاتے۔ تو اس کے بعد نماز شروع کراتے۔

جمعرات کے دن جب یہ دونوں نورانی صفت حضرات گاؤں کو اکٹھے جاتے یا پھر ہفتہ کو صبح سویرے باہم تشریف لاتے تو ان کے باہمی محبت و مودت اور رشتہ و تعلق پر دیکھنے والے رشک کیا کرتے اور قرآن السعدین کا یہ حسین منظر ہر کسی کو اپنی طرف متوجہ کرتا۔ اس قسم کے مناظر اور مظاہر آج کل بہت کم دیکھنے کو ملتے ہیں۔

وکنا کندمانی جذیمة حقبة من الدھر حتیٰ قیل لن یتصدعا
فلما تفرقنا کانی و مالکاً لطول اجتماع لم نبت لیلة معا

(مدتوں ہم لوگ جذیمہ کے ندیموں کی طرح رہے یہاں تک کہ یہ کہا گیا کہ یہ لوگ ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے۔ اور جب ہم بچھڑ گئے تو طول مصاحبت کے باوجود ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں نے اور مالک نے ایک رات بھی اکٹھے بسر نہیں کی)

دامانِ نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار گل چینِ بہار تو ز داماں گلہ دارد